نفسانیت سب سے بڑا المیہ

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشا دکھاتا رہا۔ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے۔ ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے۔ اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہوئے ہیں اور اسلام پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ہدیہ: ڈیڑھ روپیہ

۶ نومبر ۱۹۸۱ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ وتشریح — حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندے کو کُفر سے ملا دینے والی چیز ترک نماز ہی ہے۔

تشریح: ہر قوم کی اپنی اپنی خاص علامت ہوتی ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے جسے شعار کہا جاتا ہے۔ اسلام کا شعار نماز ہے شعار کے گم ہونے کے بعد کوئی امتیازی نشان باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں منافقوں کو بھی نماز پڑھنی پڑتی تھی تاکہ اس کے ترک سے ان پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے۔ تارک نماز گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے جس کی سزا بلا توبہ مرجائے تو دوزخ ہے۔ ہاں یہ نہیں کہا کہ تارک نماز خارج از اسلام ہوگیا ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (متفق علیہ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ کوئی نماز گراں نہیں ہے اور اگر ان دونوں نمازوں کے ثواب کا انہیں علم ہو تو گھٹنوں کے بل چل کر بھی آئیں۔

تشریح: منافق چونکہ ریاکاری کی نماز پڑھتے ہیں، طبیعت میں محبت الٰہی یا خوفِ خدا ہی نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں غفلت کے وقت ہیں۔ عشاء کے وقت بھی کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر طبیعت یہی چاہتی ہے کہ سو جائیں اور صبح کی نماز کا وقت بھی میٹھی نیند کا وقت ہے۔ اس لئے منافق اکثر ان وقتوں میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ مخلص مسلمانوں کو منافقین کے تشبّہ سے بچنا چاہیئے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مسلم)

ترجمہ:۔ معاویہؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اذان دینے والوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے بلند ہوں گی۔

تشریح: حدیث شریف میں ہے کہ نیکی بتانے والے کو کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔ اس لئے سارے نمازیوں کے برابر مؤذن کو اجر ملے گا۔ اور دنیا میں انسان کا حیوانی جامہ ظاہر ہے اور روحانی اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ قیامت کے دن روحانی جامہ اوپر کر دیا جائے گا اور حیوانی جامہ اندر چھپ جائے گا لہٰذا مؤذن روحانی لحاظ سے سارے نمازیوں سے اونچے قد والا ہوگا۔ بشرطیکہ حسبتاً للہ ریا اور نمود سے مبرا ہو کر اذان دی ہو۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِى الصَّلٰوةِ۔ (متفق علیہ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ (ڈھاک) پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۷ ۞ شمارہ ۱۸
۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۞ ۶ نومبر ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰ ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵ فی پرچہ ۱/۵۰

پبلشر مولانا عبید اللہ انور ... مطبع ... موری گیٹ لاہور

ایٹمی اسلحہ اور یورپ

قومی اخبارات کی رپورٹ کے مطابق یورپ کے مختلف شہروں میں ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف اتنے زبردست مظاہرے ہوئے ہیں کہ بقول اخبارات ان کی مثال نہیں ملتی۔ کہا جاتا ہے کہ لندن کے مظاہرین کی تعداد اڑھائی لاکھ سے متجاوز تھی لیبر لیڈر مسٹر مائیکل نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

یہ انسانی تاریخ کا المناک دَور ہے جس میں ایسے ہتھیار جمع کئے جا رہے ہیں جن کے استعمال سے بنی نوع انسان پر ایسی تباہی نازل ہوسکتی ہے جو شاید کرۂ ارض پر زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔

ان مظاہروں میں نہ صرف انگلستان بلکہ دوسرے ممالک کے لوگ بھی شریک ہوئے جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ سابقہ دو جنگوں کی تلخیاں یورپ کے عوام کے سامنے ہیں اور وہ کسی نئے خطرہ کو مول لینے کے لئے تیار نہیں۔ یورپ نے دو جنگوں کے ذریعے دنیا بھر کو خوف و پریشانی میں مبتلا کیا لیکن آج وہ چیں بجبیں ہے جبکہ دنیا میں اس کی جگہ لینے والے سرخ و سفید سامراج کے کرتا دھرتا ہتھیاروں کی دوڑ میں ایک دوسرے کو نیچا دکھا کر جہاں دنیا کو معاشی ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں وہاں انسانیت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے منصوبے بھی بنا رہے ہیں ان مسائل کا کیا حل ہوگا؟ ہم کہیں گے تو ہم پر عقیدت کی تہمت لگے گی لیکن اس "تہمت" کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم درخواست کریں گے کہ جاہلی عصبیت کا خول اتار کر آج سے صدیوں پہلے میدان عرفات سے نشر ہونے والے منشور کی طرف پلٹ آؤ کہ اسی میں انسانی مسائل کا حل اور اسی میں عافیت اور اطمینان کا پیغام ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یورپ کے عوام جن خطرات کو محسوس کر کے میدان عمل میں نکلے ہیں ان کا کیا اثر ہوتا ہے؟ اور اس موقعہ پر نامناسب نہیں ہوگا کہ اگر ہم چھوٹے بڑے مسلم ممالک سے درخواست کریں کہ وہ ان نام نہاد بڑوں کی سازشوں کو سمجھیں اور اپنے ممالک کو روسی و امریکی اسلحہ کے گوداموں میں تبدیل نہ کریں کہ اس طرح آپ کنگال ہو کر رہ جائیں گے اور یہ بارود آپ کے کسی مسئلہ کا حل نہیں ہوگا —— قرآنی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جدید صنعت اسلحہ کا خود انتظام کریں اور اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنے کی فکر کریں ——

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

علوی

مجلسِ ذکر

حضرت المخدوم مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم اب کے اپنی ناسازیٔ طبع کے سبب مجلس ذکر نہ کرا سکے ۔ یہ ذمہ داری ان کی جگہ ان کے خلف الرشید میاں محمد اجمل صاحب قادری نے نبھائی ـــــ تاہم مجلس کے بعد مختصر خطاب نہ ہو سکا ۔ لہٰذا پرانا خطاب پیش خدمت ہے (ادارہ)

ذکر الٰہی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالے

أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الذین اٰمنوا اشد حبا لِلّٰہ

(بقرہ رکوع ۲۰)

مومن کی شان یہ ہے کہ اس کے دل میں سب سے زیادہ اللہ رب العزت کی محبت ہوتی ہے اور پھر اللہ رب العزت کے احسانات انعامات ، دنیا میں مختلف قسم کے حادثات وواقعات اور ان کی ہمہ گیری کے سامنے اپنی لاچاری و عاجزی ۔ اور پھر کائنات کی صنائعی کے مطالعہ سے اور خود اپنے وجود کی ساخت میں غور و فکر سے ذاتِ الٰہی کی قدرت کاملہ اور خالقیت کُبریٰ پر یقین میں روز بروز پختگی آتی رہتی ہے اور اس محبت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ

(حٰمٓ سجدہ رکوع ۶)

یعنی ہم انسان کو اپنی قدرت کی نشانیاں کائنات ارضی و سماوی میں اور خود ان کے وجود کے اندر دکھاتے رہیں گے ، حتیٰ کہ اس پر اچھی طرح ظاہر ہو جاتے کہ بے شک اللہ اور اس کا قانون قدرت وہ حقیقت جس کے منکر سراسر جہالت و نادانی میں مبتلا ہیں ۔ بہر کیف مومن سب سے زیادہ محبت اپنے خالقِ حقیقی سے کرتا ہے اور جس سے محبت ہو اس کی یادیں ہر وقت انسان کے دل و دماغ کو اپنی آغوش میں رکھا کرتی ہیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ مومن کی زبان اور اس کا دل ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف کے زمزموں میں محو رہیں ۔ حدیث میں ہے ایک سائل نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ! لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں پھر سائل نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے ؟ ـــ "اَنۡ تُفَارِقَ الدُّنۡیَا وَلِسَانُكَ رَطۡبٌ مِنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ"

(رواہ الترمذی)

یہ کہ تم دنیا کو خیر باد کہو اور تمہاری اللہ ذکر سے تر ہو ۔

اور یہ اسی وقت ہو سکتا جب محبت الٰہی کے مقابلہ میں کسی اور کے لیے دل میں جگہ نہ ہو اور بندہ اللہ کے ذکر سے خاص مناسبت پیدا کرے اور ذکرِ الٰہی اس کی روحانی غذا بن جائے اسی طرح ایک اور واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ ! نیکی اور ثواب کے کام بہت ہیں اور یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کہ میں ان سب کو بجا لاؤں لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں اور پھر اس پہ کاربند رہوں (اور بس وہی میرے لئے کافی ہو جائے) اس کے ساتھ یہ بھی گذارش ہے کہ جو کچھ آپ بتائیں وہ بہت زیادہ بھی نہ ہو کیوں کہ خطرہ ہے کہ میں اسے یاد نہ رکھ سکوں ۔

آپ نے فرمایا لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ (رواہ الترمذی)

(بس اس بات کا اہتمام کرو اور کوشش کرو کہ) تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے ۔)

مطلب یہ ہے کہ دینی فرائض اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد تمہاری نجات اور فلاح و کامرانی کے لئے یہی کافی ہے کہ تمہاری زبان ہر وقت یادِ الٰہی سے تر رہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی یاد اور اپنے پاک نام کے ذکر کی لذتوں سے بہرہ ور فرمائے اور اعمال صالحہ کی انجام دہی کی توفیق بخشے (آمین ثم آمین)

کچھ کھا پی لو اور مزے اڑا لو ۔ بے شک تم مجرم ہو ۔ ۔ ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ـــــــ

ـــــ پھر کس بات پر مسلمان بنے پھرتے ہیں ؟ ـــــــ

(سورہ المرسلات آیات ۴۵ تا ۵۰)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

محرمؔ کی برکات

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

اِنَّ عِدَّۃَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا ۔ ۔ ۔ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ ۔

صدق اللہ العلی العظیم (التوبہ ۳۶ ـ ۳۷)

بزرگانِ محترم ، برادران عزیز! سورۃ توبہ کی دو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں ۔ حرف مدعا سے قبل ان کا ترجمہ ملاحظہ فرما لیں ۔

"بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں ۔ اللہ کی کتاب میں ۔ جس دن سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے ، ان میں سے چار عزت والے ہیں ، یہی سیدھا دین ہے سو ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور تم سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ۔ یہ مہینوں کا ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں اس مہینے کو ایک برس تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام رکھتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے عزت دی ہے ، پھر حلال کر لیتے ہیں جو اللہ نے حرام کیا ہے ۔ ان کے بُرے اعمال انہیں بھلے دکھائی دیتے ہیں ۔ اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا ۔ (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

بارہ ـ چار ـ نسئ

محترم حضرات ! مہینے ابتدائے آفرینش سے بارہ ہی چلے آ رہے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے آیت کی ابتدا میں ذکر فرمایا ـــــ بارہ مہینوں پر مشتمل ایک سال ہوتا ہے ۔ مختلف اقوام نے اپنے سالوں کے نام تجویز کر رکھے تھے اب مسلمان قوم "ہجری سن" کو اختیار کئے ہوئے ہے جس کی بنیاد سرور کائنات علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کا مشہور واقعہ ہجرت ہے ۔ روایات کے مطابق دَورِ فاروقی میں جب مسلمانوں نے قدرے سکون محسوس کیا تو اپنے قومی سال کے متعلق سوچ بچار کی ۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورہ سے واقعہ ہجرت کو بنیاد بنا کر سن ہجری کا اہتمام کیا گیا اور آج تک امت میں یہی سال شائع ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزی تمدن کی فریب کاریوں نے جہاں اور بہت سی ملّی روایات سے ہمیں بیگانہ کر دیا وہاں سن ہجری کے متعلق بھی ہم غفلت کا شکار ہیں ـــــ ان ساری چیزوں کے باوجود سن ہجری رائج ہے اور ابتدائے آفرینش کے خدائی اعلان کے مطابق اس کے بارہ ہی مہینے ہیں ۔ جن میں سے چار مہینے حرمت و عزت والے ہیں یعنی محرم ، رجب ، ذوالقعدہ ، ذوالحجہ ۔ ان مہینوں کا احترام دَورِ جاہلیت کے لوگ بھی کرتے تھے لیکن ساتھ ساتھ وہ یہ حرکت بھی کرتے کہ اگر کبھی ان مہینوں میں لڑائی جھگڑے کا موڈ ہوتا تو ان کے نام اور ترتیب بدل دیتے اور من مانی کاروائی کر گذرتے آیت ۳۷ کی ابتداء میں "نسی" کا یہی

مفہوم ہے یعنی مہینوں میں تقدم و تاخر کر دینا۔ اللہ تعالٰے نے اس کو ضلالت و گمراہی سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ اس طرح خدا کی نازل کردہ ترتیب بدل جاتی ہے۔

اشہرِ حرم

ان چار مہینوں کے متعلق قرآن عزیز میں احکامات موجود ہیں۔ ان آیات سے متعلق حضرت لاہوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں :-

"مسلمانوں کو چونکہ ساری دنیا سے لڑائی کرنی ہوگی اس لئے فوج محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ہر سال میں چار ماہ آرام کے لئے دئے جائیں گے۔ ان مہینوں میں مسلمان خود لڑائی نہیں چھیڑیں گے ہاں اگر کفار حملہ کر دیں گے تو مجبوراً لڑنا ہی پڑے گا ـــــ کفار کی طرح مہینوں کا تقدم و تاخر کرنا حرام ہے"۔ (حواشی ۳۰۶، ۳۰۷)

محرم الحرام

سال کا ابتدائی مہینہ محرم الحرام ہے اور یہ منجملہ ان مہینوں کے ہے جو اشہرِ حرم کہلاتے ہیں۔ ہمارے یہاں

اس مہینہ کے ابتدائی دس دنوں اور بطور خاص دسویں تاریخ کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے۔ مہینہ کی فضیلت سے متعلق تو آئندہ چل کر عرض کیا جائے گا۔

لیکن جہاں تک خاص دسویں محرم کا تعلق ہے اس کی قدر و منزلت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دس حضرات انبیاء علیہم السلام سے متعلق واقعات اس تاریخ کو ظہور پذیر ہوئے اور بخاری شریف کے مشہور حنفی شارح حضرت علامہ عینی قدس سرہٗ کے بقول اسی لئے اس کو یوم عاشوراء کہا جاتا ہے (۱) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا (۴) حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا (۵) حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لانا (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ (۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا (۸) حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کو "لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبه وما تاخر" کی خوشخبری نصیب ہونا (۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کا دورِ غم ختم ہوا اور (۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام کا دورِ ابتلاء سے نجات پانا۔

ان تمام واقعات کا تعلق دسویں محرم سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نبی مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم جب ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ دسویں محرّم کو یہودی روزہ رکھتے ہیں اس کی وجہ آپؐ نے دریافت فرمائی تو انہوں نے کہا کہ اس دن ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے فرعون کے ظلم سے نجات دی اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہوا اس نعمت کے شکریہ کے طور پر ہم روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام سے قریب ہیں۔ لہٰذا ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ اور آپؐ نے نہ صرف دسویں کو روزہ رکھا بلکہ صحابہ علیہم الرضوان کو تلقین کی کہ یہود سے امتیاز برتنے کے لئے دس کے ساتھ ۹ یا ۱۱ کا بھی روزہ رکھو۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سے پہلے محرم کا روزہ اہل اسلام پر بھی فرض تھا۔ بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس کا درجہ استحباب کا رہ گیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دس محرم کو کھانے پینے میں اپنے اہل و عیال پر فراخی کریگا اللہ تعالےٰ سارا سال اس کو برکات سے نوازیں گے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے

فرمایا کہ اس مہینے کا اکرام کرو اور اکرام کی وضاحت یوں فرمائی، کہ گناہوں سے ہاتھ کھینچ لو، معبود حقیقی کی عبادت میں کمربستہ ہو جاؤ، رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ سے منقول ہے کہ پہلی محرم کو دو رکعت نماز نفل کے بعد تین بار یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَتَجَاوَزْ عَنِّیْ وَاحْفَظْنِیْ مِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ تو وہ سارا سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے آفتوں سے بچا رہے گا۔

الغرض حضور علیہ السلام سے اور بعد میں صحابہ علیہم الرضوان اور اہل اللہ سے اس مہینہ اور خاص کر دس محرم کے متعلق بڑے فضائل و برکات منقول ہیں

آئیں اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی توفیق دے!

اے اسلام کی بیٹیو!
تمہارے بڑھے ہوئے ناخن
کٹے ہوئے بال ـــــ
ـــــ اور ـــــ
بے نقاب چہرہ اسلامی
اصولوں سے بغاوت کی دلیل

ہر قسم کے
قرآن مجید
تاج کمپنی کے علاوہ قرآن کمپنی، چاند کمپنی، دارالتصنیف کے مغربی جرمنی کے طبع شدہ مصری و مترجم
(فی غلطی زیر، زبر، پیش، شد، جزم سو روپے انعام)
سرائیکی زبان میں ترجمہ والا
بڑا قرآن مجید اور انجمن خدام الدین کا طبع شدہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے علاوہ تفاسیر، احادیث، فقہ، تاریخ تصوف، تعویذات کے علاوہ مشہور مصنفین کی کتابیں سکول کی ٹیکسٹ بک بورڈ اور ہمدرد، انمول خلاصہ جات وٹسٹ پیپر بارعایت ہم سے خرید فرماویں۔
رحمت بک ایجنسی
چوک جامع مسجد بہاولپور

شرعی اوامر و نواہی میں بندوں کا ہی نفع ہے

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ)

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے :۔

(۱) تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ تعالےٰ کی رحمتیں ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے وسیلے سے۔ جہاں والوں کو نجاتِ ابدی کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور دائمی گرفتاری سے خلاصی عطا ہوئی ہے۔ اگر ان حضرات کے وجود مبارک نہ ہوتے تو حق سبحانہٗ تعالےٰ جو غنیِ مطلق ہے اور جہاں والوں کو اپنی ذات پاک وصفات و تقدس کے بارے میں خبر نہ دیتا اور اس طرف کا راستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی شخص اُسے نہ پہچان سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے مخلوق کے فائدے کے لئے انہیں اوامر و نواہی کا مکلّف بنایا ہے۔ اگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا مبارک وجود نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اوامر و نواہی کے بجا لانے کی تکلیف نہ دیتا۔ اور اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور جدا نہ ہوتے۔ لہٰذا اس بہت بڑی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے؟ اور شکرِ پوری طرح بجا لانے کی کس میں مجال ہے؟ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے کہ اس نے ہم پر اپنا انعام کیا ہے۔ اور اسلام کی ہدایت فرمائی ہے اور ہمیں سب حضرات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا ہے۔

سب حضرات انبیاء علیہم السلام اصولِ دین میں متفق ہیں۔ (یعنی عبادت اللہ تعالےٰ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی کی جائے اور شرک نہ کیا جائے) اور اللہ تعالےٰ ہی ذات وصفات اور تقدس اور حشر و نشر اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور فرشتوں کے نازل ہونے اور وحی کے وارد ہونے اور جنت کی دائمی نعمتوں اور دوزخ کے دائمی عذاب کے بارے میں سب حضرات انبیاء علیہم السلام کی ایک ہی متفقہ بات ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے دین کے بعض "فروعی احکام" مختلف ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہر زمانے میں ہر اولو العزم پیغمبر علیہ السلام کو اس زمانے کے لوگوں کے حالات کے مطابق بعض مناسب خاص احکام بجا لانے کی تکلیف دی ہے۔ لہٰذا احکام شرعیہ میں نسخ و تبدیلی اللہ تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ (از مکتوب ۶۳ دفتر اول)

(۲) (لہٰذا) چند روزہ زندگی حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی پیروی میں بسر کرنی چاہیئے۔ آخرت کے عذاب سے نجات اور جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے سرفراز ہونا اس اتباع ہی کی سعادت کے ساتھ وابستہ ہے (مکتوب ۷۰ دفتر اول)

کل قیامت کے دن شریعت (کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جنت میں جانا اور دوزخ سے نجات پانا شریعت کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام بہترین کائنات ہیں۔ ان حضرات نے لوگوں کو شریعت کی طرف بلایا ہے اور نجاتِ اُخروی کا دار و مدار شریعت ہی کی پیروی پر رکھا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو احکام شریعت کی ہی تبلیغ کرنا تھا۔ لہٰذا سب سے بڑی نیکی شریعت کے احکام کو رواج دینے کی کوشش کرنی ہے (از مکتوب ۴۸ دفتر اول)

ہجرت سے پہلے

حدیث کے مجموعے اور سیرت کی کتابیں ظلم اور سنگدلی اور سفاکی و بے رحمی کے ان واقعات سے پُر ہیں جو اہل ایمان کو پیش آ رہے تھے۔ حضرت بلال، عمار، خباب مصعب، سمیہ اور ان کے دوسرے احباب و رفقاء کے واقعات سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ اور وجدان و طبع سلیم میں ظلم کی نفرت و کراہیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ قرآن مجید اور سیرت نبویؐ میں اس گھٹی گھٹی فضا اور سہمے ہوئے ماحول کی پوری تصویر ہے۔ جس میں مکہ کے مسلمان زندگی گذار رہے تھے اس بوجھل اور کہر آلود فضا میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی اور معاشرہ میں کوئی ایسا روزن باقی نہ تھا جس سے روشنی کی کوئی شعاع یا تازہ ہوا کا کوئی جھونکا اندر آ سکتا۔ مسلمان دراصل چکی کے دو پاٹ کے درمیان آ گئے تھے یا دوسرے الفاظ میں ایک بے رحم و خونخوار درندہ کے پنجوں یا جبڑوں میں موت و زیست کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ قرآن مجید نے اپنے بلیغ طریقہ پر اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے :۔

حتّٰی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللّٰہ الّا الیہ۔

"یہاں تک کہ جب ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے"۔

عین اس وقت آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور ان اہل ایمان کے لئے قرآن مجید اصحاب کہف کا قصہ بیان کرتا ہے جس میں تنگی کے بعد کشائش، سختی کے بعد آسانی، ذلت کے بعد عزت اور ساتوں آسمانوں سے خارق عادت طریقہ پر نصرت الٰہی کے نزول کا ایک ایسا عجیب واقعہ پیش کیا گیا ہے جو ہر قیاس اور تجربہ کو جھوٹا ثابت کرتا ہے اور عقل و دانش کے تمام ظاہری پیمانوں کو چیلنج کرتا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ ایک صاحب ایمان اقلیت بلکہ مٹھی بھر نوجوانوں کو جو ہر طاقت سے عاری اور ہتھیار سے محروم و تہی دست تھے۔ کفر اور فسق و فجور کے ایک جم غفیر اور ظلم و استبداد کے اس انسانی سمندر سے کس طرح نجات عطا فرماتا ہے جس کے ہاتھ میں قوت و اقتدار کی زمام تھی اور جو دولت اور طاقت کے تمام وسائل و ذخائر پر پوری طرح قابض تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نعت

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی

جلوہ گر دنیا میں جب پیغمبر اعظمؐ ہوا
بُت کدوں کا نظم سارا درہم برہم ہوا
بامِ کعبہ سے جب اونچا دِین کا پرچم ہوا
از زمیں تا آسماں اک نور کا عالم ہوا
نامِ نامی محمدؐ بھی عجب تحفہ ہے جو
جانے کتنے لادوا امراض کا مرہم ہوا
مرحبا صد مرحبا روحی فداک سیدی
آپؐ کیا آئے علاجِ دیدۂ پُرنم ہوا
رہنمائی کی رسول اللہؐ نے ہر گام پر!
یہ کرم ہم پر برابر، مستقل، پیہم ہوا
کام ہر منزل پہ آئے رحمۃ للعالمینؐ
کون ان کے ماسوا سب کا شریکِ غم ہوا
ماسوائے بارگاہِ سیدِ کون و مکاں
کب کسی کے آستاں پر سر ہمارا خم ہوا
عاصیوں پر کوثر و تسنیم کی بارش ہوئی
اور یہ سب کچھ بفیضِ رحمتِ عالم ہوا
مَیں ہی کیا جس کی بھی قسمت میں سعادت تھی طفیلؔ
دل سے وہ حلقہ بگوشِ سیدِ عالم ہوا

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

عطاء الرحمٰن شہباز، سمندری

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی بے نظیر خدمت کی ہے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دینِ حق کو سربلند کرنے کے لیے زمانہ کے حوادثات سے بے خوف ہو کر باطل سے ٹکر لی۔ حق و صداقت کے میدان میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور دنیائے اسلام کو فیض یاب کرتے ہوئے عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔ آج ہم ان کی عظیم قربانیوں پر فخر کرتے ہیں۔

ولادت

ایک رات آپ کے والد محترم حضرت شیخ عبدالاحد نے خواب دیکھا کہ تمام جہان میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے یکایک ایک نور آپ کے سینہ سے نکلا جس میں سے ایک تخت نمودار ہوا اور اس پر ایک بزرگ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں ان کے سامنے تمام بے دین اور ملحد ذبح کیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے آواز سنی جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حضرت شیخ نے یہ خواب حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے بدعات، رسومات اور زندقہ والحاد دور ہو جائیں گی۔ چنانچہ ۱۴ر شوال ۹۷۱ھ بمطابق جولائی ۱۵۶۴ء جمعہ کی شب ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام احمد لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات رکھی گئی۔ یہی لڑکا آگے چل کر مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کے نام سے مشہور ہوا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تربیت بہت اہتمام سے ہوئی اور تعلیم کا یہ عالم تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد میں مولانا کمال کشمیریؒ سے معقولات اور مولانا یعقوب کشمیریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور مولانا قاری بہلول بدخشانی سے دیگر کتب متداولہ ختم کیں۔ ٹھیک سترہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے اور آپ نے فارغ ہوتے ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد آپ سرہند تشریف لے آئے اور وہاں پر نئے سرے سے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور سرہند کی علمی مجالس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

دینِ الٰہی اکبر شاہی اور شرک و بدعات کے خلاف قلمی جہاد

حضرت مجددؒ نے اپنی تصنیفات و مکتوبات میں مکمل طور پر ان عقائد باطلہ کی تردید شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملحد و بے دین حکمران بدعات اور رسوم و رواج کے پابند علماء سو حضرت مجددؒ کے خلاف ہو گئے۔ ادھر نور جہاں اور آصف جاہ وزیر اعظم کی وجہ سے اثنا عشری عقائد حکومت کے عہدیداران میں سرایت کر رہے تھے اور علماء سوء اس معاملہ میں پیش از پیش تھے ان کے اقتدار کی دکان حضرت مجددؒ کی وجہ سے روز بروز گھاٹے میں جا رہی تھی۔ کیونکہ علم و فضل میں آپ سے کوئی بڑھ نہ سکتا تھا۔ بہر حال اسی حسد و جلن میں جلتے رہے۔

حضرت مجددؒ کی تبلیغی سرگرمیاں اور مخالف عناصر کے تخریبی کام

ایک طرف آپ نے تبلیغ دین کا کام تیز تر کر دیا۔ اور دار السلطنت میں اپنے خلیفہ بدر الدین کو بھیجا۔ کہ صحیح عقاید کی ترویج کرے دوسری طرف یہ بات ہوئی کہ حسن خاں نامی کابل کا رہنے والا حضور کے دربار میں حاضر ہوا اور بیعت ہوا۔ صلاحیت کی کمی کی وجہ سے حضرت نے اس کو حسبِ خواہش خلافت دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کابل جاکر ازراہِ عناد مکتوبات میں تحریف کرنا شروع کر دی۔ اور کفریہ عبارتیں ملا کر ہیں نقلیں کرا کہ ہندوستان افغانستان کے مشہور علماء کے پاس بغرض استفتاء بھیج دیں۔

جہانگیر کے دربار میں حضرت مجددؒ کا نعرۂ حق

ان اقدامات کے بعد حضرت شیخ کو جہانگیر کے دربار میں طلب کیا گیا۔ اور سجدۂ تعظیمی کے لیے حکم دیا گیا۔ آپ نے جہانگیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے جہانگیر! کیا کھلی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک انسان کو بے بس اور مجبور انسان کو سجدہ کروں"۔ حضرت کے یہ الفاظ بے باکانہ سن کر جہانگیر کو برداشت کی طاقت نہ رہی۔ غصہ میں آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور پیچ و تاب کھانے لگا۔ اور مفتی وقت نے جب یہ حالت دیکھی تو اس نے کہا کہ:۔

"اے شیخ! میں فتوےٰ دیتا ہوں کہ گردن جھکا لی جائے۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جواب دیا۔ "واقعی جان بچانے کے لیے فتویٰ یہی ہے لیکن تقویٰ اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ یہ گردن سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کے آگے جھکے۔"

ان الفاظ سے دربار میں سناٹا طاری ہوگیا۔ فوراً اس نے قتل کا حکم دینے کی بجائے قید کا حکم دے دیا۔ آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کے مکان کو لوٹنے کا حکم دے دیا گیا۔ اور اسی وقت پابجولاں گوالیار کے قلعہ میں بھجوا دیا گیا۔ حضرت مجددؒ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ فیصلہ سنا اور نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا یہ واقعہ ۱۶۱۹ء میں پیش آیا۔

گوالیار کا قلعہ اور آپ کی نظر بندی

یہ قلعہ باغی قسم کے قیدیوں کے لیے مخصوص تھا۔ حضرت مجددؒ کے وہاں پہنچنے کے ساتھ اس قید خانے کی نوعیت بدل گئی۔ شب و روز تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا چرچا ہونے لگا اور خدا و رسولؐ کے باغی خدا و رسول کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ اور غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ بہرحال یہ قید خانہ حضرت کی وجہ سے نقشبندیہ مجددیہ خانقاہ کی صورت اختیار کر گیا۔

یہی لوگ اسلام کے سچے داعی تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ چراغ تو روشنی پھیلاتا ہے خواہ کسی محل میں ہو یا کسی غریب کی کٹیا میں۔ ماحول کو روشن کرنا اور منوّر کرنا چراغ کے ذاتی خصائص میں شامل ہے۔ اس لیے یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ اسوۂ یوسفی پر عمل کرنے والا جہانگیر کا باغی لیکن خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و فرمانبردار قلعۂ گوالیار کے قید خانے میں ہزاروں اسلام کے باغیوں کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق بنا دے۔

ہمیں ان بزرگانِ دین کی تعلیمات کو یاد کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور حق کی آواز کو بلند کرنا چاہیے۔

شہنشاہ نہ کہلاؤ

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن بدترین نام اس شخص کا ہوگا جس کو لوگ دنیا میں شہنشاہ کہا کرتے تھے۔ (بخاری)

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص انتہائی مبغوض اور بدترین قرار پائے گا جس کا نام شہنشاہ ہوگا۔ اس لیے کہ بادشاہ اور شہنشاہ تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بے ہمتا ہے۔ (مسلم)

تحریر: سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔اے (آنرز)

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

آپ آہنی عزم کے انسان تھے۔ آپ کے اخلاق و اعمال شریعت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

عظمت و جلال

حضرت عمر فاروق ارض عالم کی ایک مایہ ناز اور گرامی قدر ہستی تھی۔ ہر طبقۂ خیال کے افراد کو اس کا اعتراف ہے کہ آپ دنیا کے کامیاب ترین فرمانروا، بہترین مدبّر، بلند پایہ سیاستدان، بے مثل سپہ سالار اور نہایت باہیبت و باجبروت بادشاہ تھے۔ اتنے کہ اس عہد کے بڑے بڑے فرمانروا آپ کا نام سنکر لرزا ٹھتے تھے۔ اور قیاصرہ روم اور اکاسرہ ایران آپ کی ہیبت سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ آپ انصاف گستری میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ فقری میں پُرشکوہ اور فقید المثال حکومت و فرماں روائی آپ کر گئے۔ انبیاء کے بعد فرماں رواؤں کے طبقے میں اس کی کوئی مثال کہیں اور کسی قوم میں نہیں ملتی۔ سکتی۔

پیوند لگے لباس میں آپ کا وہ دبدبہ تھا تھا کہ ساتکوٹھریوں میں چھپ کرتے ہوئے بھی مجرموں کی روح لرزتی تھی دنیا نے ارضِ عالم پر بڑے بڑے قوی فرمانروا پیدا کیے مگر مادرِ گیتی حضرت فاروق اعظم جیسا کوئی فرماں روا نہ جن سکی۔ مزاج میں ضرور سختی تھی۔ اور سختی بھی معمولی نہیں بلکہ بہت زیادہ بات کا جواب تلوار سے دیا کرتے تھے۔ بہت جلد جوش میں آجاتے تھے۔ مگر خلافت کا بوجھ دوشِ مبارک پر پڑتے ہی حالت ہی اور ہوگئی۔ مزاج میں حیرت انگیز تحمل اور بردباری پیدا ہوگئی تھی غصہ آتا تھا مگر غیر شرعی امور پر، ارتکاب معاصی پر، جرم پر۔ فاسقوں پر، فاجروں پر، ویسے نہائت متواضع و منکسر المزاج خلیق و ملنسار، دل سوز و ہمدرد، عابد و زاہد شجاع و دلیر، اولو العزم و باہمت اور جامع الکمالات بزرگ تھے۔

اسلام کو آپ کی ذاتِ گرامی بہت فروغ و تقویت حاصل ہوئی۔ اور آپ سے شوکتِ اسلام کو پورے عروج پر پہنچا کر اور بڑے طنطنہ و شکوہ سے حکومت کر کے عالم بقا کو سدھار گئے

خدا پرستی و پابندی شریعت

جس وقت سے آپ اسلام لائے اسی وقت سے اسلام کی قوت میں اضافہ ہونے لگا۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو رہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے محبت کرتے اور جملہ امور میں مشورہ لیتے رہتے تھے۔ آپکی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیاہی تھیں۔ اسطرح آپ حضور رسالتمآب کے خسر بھی تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے، جانثار، خادم عاشق تھے۔ ایسی محبت تھی کہ جس وقت آفتابِ نبوت کے غروب ہونے کی خبر سنی تو وفورِ غم و ہیجان و اندوہ میں توازن دماغی کھو بیٹھے۔ آستانہ عالیہ سے باہر سڑک پر شمشیر بکف کھڑے ہو گئے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ سرکارِ دو عالم کا انتقال کا اس کا سر قلم کر دوں گا۔

آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی اس بیوی کو طلاق دے دی جو نہائیت ہی حسین و جمیل تھی۔ ایک مدت کے بعد آپ نے نکاح کے لیے اسے پھر تلاش کرایا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مجھے اس سے بہت محبت تھی اور خلافت کا بار میرے دوش پر پڑ گیا تھا مجھے ڈر ہوا کہ مبادا وہ کسی کی سفارش کرے اور میں اس کی محبت کے جوش میں شریعت کے خلاف کسی کی رعایت کو جاؤں۔ اب میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اپنے نفس پر اتنا قابو حاصل ہوگیا ہے کہ کسی خاطر میں شریعت سے سرِ مو انحراف نہیں کر سکتا۔ اس لیے پھر نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس کا انتقال ہو چکا تھا

رعایا نوازی اور مخلوق پروری

رعیت نوازی و انسداد منکرات میں سعی و عمل کے جو شاندار مظاہرے آپ نے پیش کیے اس کی کوئی نظیر عالم ارض میں نہیں مل سکتی۔ آپنے رعایا کی بہبود میں دنیا کا عیش و آرام سب ترک کر دیا تھا۔ فکر تھی تو یہی کہ رعایا میں سے کوئی رات کو بھوکا نہ رہے۔ کوئی بدعملی پر آمادہ نہ ہو۔ کسی سے کوئی اخلاقی لغزش ظہور میں نہ آئے۔

ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ آپنے اس اثر کم کرنے کے لیئے ہر ممکن سعی کی۔ ایک روز رات کو حالات کا مشاہدہ کرتے پھر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے۔ اور دیگچی چولہے پر چڑھی ہے۔ دل میں کہنے لگے خدا کا شکر ہے قحط کے شدائد بڑی حد تک ختم ہو چکے ہیں اور یہ عالم ہو گیا ہے کہ بدوی عورتیں رات کے سناٹے میں بھی کھانا پکاتی ہیں۔ آپ دریافتِ حال کے لیئے اندر تشریف لے گئے اور پوچھا تم اس وقت کیا پکا رہی ہو۔ کیا مہمان آگئے ہیں۔ آپ بھیس بدلے ہوئے تھے۔ اس عورت کو احساس بھی نہ تھا کہ فرمانروائے سلطنت اس سے مصروفِ کلام ہیں۔ وہ بھری ہوئی بیٹھی تھی یہ سنتے ہی بھڑک اٹھی۔ اور بولی خدا غارت کرے عمرؓ کو کہ خلیفہ تو ہو گیا ہے لیکن رعیت کا خیال نہیں۔ محشر میں اس کا دامن پکڑوں گی۔ میرے بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ میں نے ان کی تشفی اور تسکین کے لیے پانی چولہے پر چڑھا دیا ہے۔ آپکے قلب مبارک پر سخت چوٹ لگی، فوراً توشہ خانے جا کر آٹے کی بوری اور ضروری سامان لائے، خود آگ جلائی جب آگ بھونکتے تھے چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا۔ خادم سے روٹی پکوائی۔ اسی وقت بچوں کو اور خیمہ والوں کو کھانا کھلایا۔ اتنے روتے تھے کہ ریش مبارک اشکوں سے تر ہو گئی تھی۔ بار بار فرماتے تھے کہ خدا جانے کتنے لوگ ہوں گے جو بھوکے سو رہے ہوں گے، اللہ تعالےٰ ان کے متعلق باز پرس کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔

ایک دفعہ چلتے ہوئے آپ نے نصف شب کے وقت آواز سنی کہ ایک ماں اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ اٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے بیٹی بولی: اماں جان کیا تم نے سنا کہ امیر المومنین نے منادی کرادی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ اس وقت امیر المومنین یہاں کہاں دیکھنے کو بیٹھے ہیں۔ بیٹی نے کہا یہ کہاں کی شرافت ہے کہ ہم ظاہری اطاعت کریں وہ نہیں دیکھ رہے لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے آپ نے خوش ہو کر خادم کو کہا کہ اس مکان پر نشان لگا دے، صبح اس لڑکی کی شادی اپنے بیٹے عاصم سے کر دی۔

ہیبت و سطوت

آپ نے سلطنت کو عروج و ارتقاء کی بلندیوں پر بلندیوں پر پہنچانے میں معجزہ کاری دکھائی۔ عرب جو ہزارہا سال سے علم سے بے بہرہ اور شہری زندگی اور نظم و ضبط کی روح سے قطعی بیگانہ تھے۔ انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر سختی سے کاربند کر کے آقائے عالم بنا دیا۔ آپ نے اس عہد میں جو سیاسی و تمدنی اصلاحیں کیں۔ انہیں دیکھ کر آج کی مہذب دنیا انگشت بدنداں ہے، ایک وسیع اور عظیم الشان سلطنت جو طرابلس الغرب سے لیکر ہرات و قندھار تک پھیلی ہوئی تھی، اس پر اس شان سے حکومت کی کہ کسی کو زہرہ نہ تھا کہ شریعت کے خلاف قدم اٹھا سکے۔ صوبوں کے گورنر اور فوجوں کے سپہ سالار آپ سے لرزتے تھے، اور رعب کا یہ عالم تھا کہ کسی پر کوئی دست درازی کرنے کی جسارت نہ کر سکتا تھا۔

سپہ سالار، صوبیدار اور افسر ہر معاملہ میں آپ کی ہدایت کے محتاج و پابند رہتے تھے۔ کوئی کتنا ہی قابل مقتدر اور بڑا عہدے دار کیوں نہ ہو، مجال نہ تھی جو خود مختارانہ قدم اٹھا سکے۔ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اینٹ پر سر رکھ کر سو رہتے تھے، خود پیوند لگا لیتے تھے، عام لوگوں کی طرح بازار سے خود سودا لاتے، بے تکلفانہ اٹھتے بیٹھتے رہتے ہنستے اور بات چیت کرتے، مگر اس کے باوجود شکوہ و شان کا یہ عالم تھا کہ بڑی سے بڑی ہستی آپ سے خائف رہتی کہ ذرہ سی لغزش ہوئی تو فاروقِ اعظم بلا سزا دیئے مانیں گے نہیں، ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے جو حکم دیا ہے، واپس نہ لیں گے۔ ایک دفعہ قیصرِ روم کا سفیر بڑی شان و شکوہ سے آتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ آپ ایک اینٹ کا تکیہ لگائے ہوئے پڑے سو رہے ہیں سوچتا ہے اتنی بڑی سلطنت کا فرمانروا اور قیصر و کسریٰ کا فاتح اور اس بوسیدہ حالت میں، اس سے مقابلہ کیا دشوار ہے لیکن قریب پہنچتے ہی رعب طاری ہو جاتا ہے اور لرزنے لگتا ہے اور ہاتھ سے

تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔

بات یہ ہے کہ مادرِ گیتی نے فاروق اعظم جیسا مشجع الصفات فرمانروا پیدا کیا ہے نہ کرے گی۔

فتوحات روم و عجم

آپ کے عہدِ خلافت میں روم و عجم فتح ہوئے، آپ نے جب روم و عجم کی مہم کا آغاز کیا۔ اس زمانہ میں عجمی اپنی دولت و قوت کے مقابلے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اُن سے مقابلہ ممکن نظر نہ آتا تھا۔ فرزندانِ توحید کی حکومت نہ ہی منظم تھی اور نہ ہی دولت تھی۔ اور نہ ہی اتنی فوج۔ لیکن آپنے اسلامی فوج کو عجمی سیلاب کے مقابلے پر کھڑا کر دیا۔ اور دو تین لاکھ جنگ آزمودہ اور کیل کانٹے سے لیس عجمی افواج کو بیس تیس ہزار بے سرو سامان اسلامی فوج سے پیہم شکستیں دے کر ہزار سالہ ساسانی و کیانی عظمت کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور کسریٰ کے تخت کے وارث بن گئے۔ اور اتنی دولت ملی کہ ایک ایک فوجی کو بارہ ہزار درم دستیاب ہوئے۔ ان فتوحات سے مسلمان اتنے دولتمند ہو گئے تھے کہ مدینہ میں کوئی زکواۃ اور صدقہ لینے والا نہ تھا۔ ہر طرف برس رہا تھا۔ آپ کے عہدِ خلافت میں ۱۰۳۶ شہر فتح ہوئے۔ اور اسلام دنیا کی بہت بڑی سلطنت بن گیا۔ دمشق روم، قادسیہ، حمص، طرابلس، قاہرہ، رے، اصفہان اور فارس سب اسی زمانے میں فتح ہوئے۔ تمام ضرورتمند انصار و مہاجرین کے وظائف بیت المال سے مقرر کیئے گئے تھے۔

سادگی و نگرانی

سادگی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے ہیں تو شان یہ تھی کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ مساوات کا یہ عدیم المثال نظارہ دیکھ کر عمائدین از خود رفتہ ہو گئے۔ لیکن اِس سادگی میں بھی وہ رعب تھا کہ ہر شخص لرز رہا تھا۔ حضرت بلالؓ کو بھی آپ کہہ کر پکارتے تھے۔ دس برس تک آپنے بڑے طمطراق سے حکومت کی۔ مساوات عدل و انصاف اور رعایا پروری کی ایسی مثال نہیں ملتی۔

آپ نماز پڑھتے ہوئے عین مسجد کے اندر ایک پارسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور دنیا والوں کے سامنے حکومت و حکمران کی ایک ایسی مثال چھوڑ گئے جو قیامت تک نظر نہ آئے گی۔ آپنے اپنی خلافت کے دوران اپنے فرزندوں اور عزیزوں کو خلافت کا کوئی عہدہ نہ دیا۔ تمام مسلمانوں کو اور قبیلوں کو برابر سمجھا۔ آپ آہنی عزم کے انسان تھے۔ آپ کے اعمال و اخلاق شریعت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ آپ کا قانون قرآن مجید تھا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر پر سختی سے عمل کرتے۔ اور کراتے تھے بازاروں میں جاتے اور فروختنی اشیاء کا معائنہ کرتے۔ جہاں آپ کو فریب اور آمیزش نظر آتی فوراً سزا دیتے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کتنے مقتدر جرنیل تھے۔ مگر آپنے آن کی آن میں انہیں معزول کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک عدیم النظیر فرمانروا تھے۔

شہیدِ راہ حق حضرت عمر فاروق اعظمؓ ہیں
امیر امت خیر البشر فاروق اعظم ہیں
ہے قربان تخت و تاج و سلطنت دلقِ گدائی پر
ہے درویشانہ سج دھج تاجور فاروق اعظم ہیں
یہ شانِ اتحاد اللہ اکبر کتنی دِل کش ہے
تاجور فاروق اعظمؓ ہیں
اثر ہے یہ محمد مصطفےٰ کے فیضِ صحبت کا
صحابی سب ستارے ہیں قمر فاروق اعظمؓ ہیں
عبیدہؓ، سعدؓ و خالدؓ فاتحانِ روم و ایران ہیں
حقیقی فاتح اعظم فاروقِ اعظم ہیں۔

بقیہ : تعارف و تبصرہ

بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس معاملہ میں افراط و تفریط بھی سامنے آئی۔ تاہم اہل دل نے "علی منہاج النبوت" اس عظیم سلسلہ کو جاری رکھا اور ہر دوَر میں اس کے بہترین ثمرات سامنے آئے۔ اس دورِ شر و فساد میں اس فن شریف سے متعلق جو بے اعتدالیاں قولاً اور عملاً ظہور پذیر ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کے لئے اہل دل کے ساتھ ساتھ اہل قلم کو بھی بڑی محنت کرنا ہو گی۔ مولانا کی یہ کوشش اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور مقام مسرت ہے کہ ملک سنز نے اسے پہلی بار آفسیٹ ایڈیشن کے طور پر شائع کیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ حاصل ہو گی۔

ندوۃ العلماء میں عربی و اسلامی ادب پر

تاریخی مذاکرہ

محمود الازہار ندوی
انچارج دفتر مذاکرہ
ادبیات اسلامی

ندوۃ العلماء نے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا تھا۔ جس کا موضوع عربی ادب میں خصوصاً اور دوسری زبانوں کی ادبیات میں اسلامی عناصر کی تلاش تھی یہ سیمینار ۱۷ اپریل ۱۹۸۱ء سے ۱۹ اپریل تک جاری رہا۔ اور مثالی و تاریخی کامیابی سے ہمکنار رہا۔

اس مذاکرۂ علمیہ میں حصہ لینے کیلئے متعدد عرب ممالک کے ممتاز فضلاء و اُدباء نے شرکت کی، جن میں دورِ حاضر کے بلند پایہ مصنفین، فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین، شعراء اور ادباء نے حصہ لیا۔ اور پوری دلچسپی اور سرگرمی کے ساتھ مباحث میں شریک ہوئے۔

عام طور پر عرب ممالک کے وفود جس معیار کے ہوتے ہیں۔ ان سے ان ادباء کا درجہ مختلف تھا۔ یہاں آنے والوں میں بیشتر وہ حضرات تھے جو یا تو کانفرنسوں میں نہیں جایا کرتے۔ اور اگر ملک سے باہر کہیں جاتے ہیں تو بہت ہی بامقصد۔ متعین علمی موضوع پر مباحثہ میں شرکت کے لیئے جاتے ہیں۔ حکومتِ قطر کے بزرگ عالم اور بڑے دینی منصب پر فائز شخصیت شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری بھی شریک ہوئے جن کا اگرچہ کسی یونیورسٹی سے تعلق نہیں تھا۔ لیکن ادبی ذوق اور دینی و اسلامی ادب کے فروغ میں اُن کا بڑا حصہ ہے۔ اِسطرح عرب ادباء کی تعداد تین درجن سے زائد تھی۔ جن میں عالی مرتبت سید عبدالعزیز رفاعی سابق سیکریٹری مجلس الوزراء (مملکت سعودیہ) بھی شامل تھے۔ جنہوں نے عربی و تاریخ کے ذخیرے سے صحابہ کرامؓ کی ان شخصیتوں کے ادبی پہلو پر ایک سلسلۂ کتب تیار کر دیا ہے۔ جن کو صرف دینی شخصیتیں سمجھا جاتا ہے، اور جن کو کبھی اس نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

استاد عبدالرحمٰن رأفت الباشا بھی قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے الشعر الاسلامی النثر الاسلامی اور ادب الدعوہ کے موضوع پر بالواسطہ اور بلا واسطہ (اپنے قلم سے یا تحقیقی کام کرنے والے فضلاء کے ذریعے جو ان کے زیرِ نگرانی کام کر رہے تھے) ایک مستقل کتب خانہ تیار کر دیا ہے۔ جو بڑی ادبی قدر و قیمت کا حامل ہے۔ نیز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز (جدہ و مکہ)، جامعۃ الامام محمد بن سعود، جامعۃ العین (امارات عربیہ)، جامعہ قطر، جامعہ عمان (شرق اردن) کے عربی شعبوں کے سربراہ شریک تھے۔ مصر کا ایک ممتاز وفد جس کی قیادت مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر زکریا بری، نائب وزیر اوقاف ڈاکٹر عبداللہ عبدالشکور کامل کر رہے تھے، ان کے علاوہ شارقہ، دوبئی کے فضلاء و ادباء شامل تھے۔ جامعۃ الملک عبدالعزیز کی طرف سے شام کے مشہور فاضل اور کثیر التصانیف عالم استاد عبدالرحمٰن حسن جنبکہ شریک تھے۔ جو ادیب، شاعر و نقاد اور بلند پایہ عالم دین ہیں۔ سلطنت عمان کے مفتی حمد...... الخلیلی بھی تشریف لائے تھے۔ جو عمان کے بڑے ادیب و شاعر ہیں۔

دوسری طرف تقریباً ہندوستان کی نامور جامعات (یونیورسٹیز) اور اسلامی درسگاہوں کے اساتذہ شریک ہوئے۔ اُردو، انگریزی، فارسی کے مقالات کی علیحدہ تنظیم تھی۔ اور عربی کا علیحدہ سیمینار ہوا۔ اور دونوں بیک وقت دو مختلف ہالوں میں پوری سنجیدگی، علمی فضاء اور شغف و انہماک کے ساتھ انجام پاتے رہے عربی مذاکرہ کے ہال میں جایئے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ لکھنؤ میں نہیں بلکہ قاہرہ دمشق، یا حجاز کے کسی عظیم الشان علمی و

ادبی اجتماع، یا کسی نامور خطیب و ادیب کے لیکچر میں ہیں۔ بلکہ صحیح تر الفاظ میں عربی زبان و ادب کا عہد ارتقا واپس آگیا ہے۔ جب اس کا طوطی بولتا تھا افتتاحی تقاریر میں عربی فیکلٹی امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے ڈین ڈاکٹر فتحی عثمان کی نہایت مؤثر اور ولولہ انگیز تقریر تھی جس کو حاضرین نے بہت تاثر و ذوق سے سُنا۔

ندوہ کی خدمات اور اس کی اس فکر کو تمام علمائے ادب نے سراہا کہ ادبیات میں اسلامی تصور اور اخلاقی قدروں کے کافی خزانے موجود ہیں۔ ان کو منظر عام پر آنا چاہیئے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں بتایا کہ صرف قرآنِ کریم کا یہ اِحسان ہے کہ عربی زبان زندہ ہے، اور اپنے مرکز سے ہزاروں میل کی دوری پر آج اِس کے ادب پر مباحثہ ہو رہا ہے۔

مولانا نے تفصیل سے بتایا کہ اِس ملک اور اس برصغیر میں عربی زبان و ادب، تاریخ و سیر، حدیث و تفسیر پر کیا کام ہوئے ہیں۔ جنکی مثال دوسرے کسی غیر عرب ملک میں مُشکل سے ملے گی۔ نیز یہ کہ یہاں کے علماء نے ملک کے زبان و ادب کی، ترقی اور سرگرمی میں قائدانہ و رہبرانہ حصہ لیا ہے۔ (جس کی نظیر دوسرے کسی غیر عرب ملک میں مشکل ہے) اور اور وہ یہاں کی علمی و ادبی زندگی میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی مؤرخ ان کا ذکر کیے بغیر ان کی خدمات کا اعتراف کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا، مولانا نے اس پہلو کو بھی واضح کیا کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں، اور اس کے نامور فضلاء نے عربی ادب اور دین کو ہم آہنگ بنانے، اور ایسا نصاب تعلیم مرتب کرنے کی سب سے پہلے دعوت دی، جس میں دین و ادب پہلو بہ پہلو، اور ایک دوسرے کے معاون نظر آئیں۔

ندوہ کا یہ سیمینار اپنے حسن تنظیم، سنجیدہ علمی مقالات، اور عرب ادباء کی دلچسپی و سرگرمی کے لحاظ سے بے مثال سمجھا جا رہا ہے عرب وفود نے پوری وسعت قلبی سے اِس کا اعتراف کیا۔ اور نظم و نثر دونوں میں ندوہ کے فضلاء و ادباء کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جنہوں نے عربی نثر و مقالہ نگاری کا ایک ایسا اسلوب پیش کیا ہے، جو عربی زبان و ادب کی حلاوت و فصاحت اور دعوت کی روح و طاقت دونوں کا بیک وقت مظہر اور نمونہ تھے۔ اس مذاکرہ میں عربی کے ۴۸ مقالات پڑھے گئے۔ ۱۰ قصیدے سنائے گئے، اردو سیکشن میں ۲۴ مقالات پیش ہوئے، جن میں پانچ انگریزی، ایک فارسی اور بقیہ اُردو کے تھے،

مذاکرہ علمی کا اختتام ایک سفارش پر ہوا۔ جس میں ادبیات کے اندر اسلامی تصورات کی تلاش اور مزید ادبی کموں میں اخلاقی و مذہبی عناصر کو اجاگر کرنے کی تدابیر شامل ہیں۔ نیز یہ کہ ایک مستقل سکریٹریٹ قائم کیا جائے، جس کا صدر مقام دارالعلوم ندوۃ العلماء ہو۔ یہ سفارشات ایک کمیٹی نے مرتب کیں۔ جو عرب اساتذۂ ادب پر مشتمل تھی ندوۃ العلماء کی طرف سے اس کے رکن مولانا واضح رشید ندوی تھے۔ کمیٹی کے ایک معزز رکن ڈاکٹر فتحی عثمان نے سفارشات مرتب کرنے کا بنیادی رول انجام دیا۔ اور انہوں نے ہی سفارشات سیمینار کے جلسہ عام میں پڑھ کر سنائیں اور منظور کرائیں۔

شیخ محمد المجذوب (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نے اجلاس کے آغاز میں تجویز پیش کی کہ صدر میزبان ادارہ کے سربراہ کو ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ عام بڑی مؤتمروں اور کانفرنسوں میں ہوتا ہے، اِس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مہمانوں میں سے کسی کو صدر بنایا جائے تو دوسرے مہمانوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کم درجہ دیا گیا ہے،

عربی کے اس سیمنار کے مولانا ابوالحسن علی ندوی بالاتفاق صدر منتخب ہوئے۔ جلسوں کو کنڈکٹ کرنے کی خدمت علامۂ ادب استاد رأفت باشا نے انجام دی جو جامعہ امام محمد بن سعود میں (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے) ایک قدیم تجربہ کار مربی اور استاد ہیں۔ اور ان کی سرکردگی میں متعدد طلبہ نے اسلامی ادبیات پر ایم۔اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کیا ہے۔ اور جن کے محققانہ مقالات کتابیں شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

اردو سیکشن کی صدارت جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ نے کی۔ ان کے مددگار اور شریکِ کار پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) تھے۔ اور کنڈکٹ کرنے کے فرائض ڈاکٹر محمد اقبال انصاری ندوی، علی گڑھ یونیورسٹی نے انجام دیئے۔

پورے سیمینار کے لیے دعوت، منصوبہ بندی پھر اس کی علمی و عملی تنظیم کی ذمہ داری شروع سے آخر تک مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر شعبۂ ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے سپرد تھی۔ جنہوں نے بڑی خوش اسلوبی، باریک بینی، جانفشانی اور لگن کے ساتھ اس کو انجام دیا۔

انتظامات اور مشوروں میں ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس ندوی (استاد جامعۃ الملک عبدالعزیز مکہ مکرمہ واستاد زائد ندوۃ العلماء) مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (مدیر البعث الاسلامی واستاد ادب عربی دارالعلوم) مولانا سید واضح رشید ندوی (مدیر عربی جریدہ "الرائد"، واستاد ادب عربی ندوۃ العلماء) اور مولانا ابوالعرفان ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء پیش پیش تھے۔ سیمینار کے انعقاد سے کئی روز پیشتر مولانا محمد شبیر ندوی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) دارالعلوم میں آگئے تھے۔ جن کا ۱۹۷۵ء کے ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن کے کامیاب بنانے میں خاصہ حصہ تھا، سیمینار کی کامیابی میں ان کی کوششوں، تجربہ اور تنظیمی و انتظامی صلاحیت کو بھی خاصا دخل تھا اس تاریخی اور نازک موقعہ پر دارالعلوم کے ہر عمر کے طلباء نے جس سعادت اور صلاحیت اور سرگرمی و جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ وہ ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے، عرب مہمان اور غیر ملکی فضلاء (جو کثرت سے کانفرنسوں میں جاتے رہتے ہیں۔ اور ملک ملک دیکھے ہوئے ہیں۔) جہاں دارالعلوم کے پرسکون و پروقار علمی و ادبی فضا سے متاثر ہوئے، اور انہوں نے ایک سے زائد بار اپنے اس گہرے تأثر کا اظہار کیا، اس سیمینار کا انعقاد اور اس کی غیر معمولی کامیابی (جو محض تائیدِ الٰہی اور توفیق خداوندی کا کرشمہ تھا۔) نہ صرف ندوۃ العلماء بلکہ پورے ہندوستان کے لیے موجب شکر اور سرمایہ فخر ہے، اور مدتوں اس کو یاد رکھا جائے گا۔

امید ہے کہ یہ مذاکرہ علمی ایک نشانِ راہ، اور ایک عظیم سفر کا آغاز ہوگا۔ جس کا فائدہ پورے دین و ادب اور ان کے مرکزوں کو پہنچے گا۔

◎

اسلام میں آزادئ رائے

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

مساواتِ اسلامی کا بیان نامکمل رہے گا جب تک یہ بات نہ معلوم ہو کہ مساواتِ اسلامی نے مسلم سماج میں عوام کے اندر لیڈروں اور سربراہوں کے مقابلہ میں آزادئ رائے کی کتنی جرأت پیدا کر دی تھی۔

حقیقی مساوات وہی ہے جو بڑے اور چھوٹوں کو زندگی کے ہر میدان میں ایک صف میں کھڑا کر دے۔ اور بڑے اپنے چھوٹوں کے سامنے اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہوں صرف بڑوں کا احترام کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ بزرگی اور برتری کی بنیاد صرف کردار کی بلندی رہ جائے حسب و نسب کے تمام امتیازات نابود ہو جائیں۔

اسلامی مساوات نے مسلم معاشرہ میں یہی رنگ پیدا کر دیا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام امت میں ایک نبی معصوم اور ہادئ برحق کا تھا۔ آپ کی حیثیت خدا کی طرف سے معظّم اور محترم بنائی گئی تھی مگر اس کے باوجود مساوات اسلامی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے رہتے تھے۔

اسلام نے قانونی مساوات اور عدل و انصاف کا سختی سے حکم نافذ کیا ہے اور رسولِ پاکؐ نے خود اپنی عملی زندگی میں اس پر عمل فرمایا ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا۔

اتفاق سے حضرت سواد اس تیر کی زد میں آگئے آپؐ نے اس تیر کے اشارہ سے فرمایا۔ "استوِ یا سواد۔ اے سواد! سیدھے ہو جاؤ"۔ وہ تیر حضرت سواد کے چبھ گیا، بات ختم ہو گئی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولیٰ سے ملنے کی تیاری فرما رہے ہیں اور مرض وفات شروع ہو چکا تھا۔ ایک روز صحابہؓ نے دیکھا کہ سرورِ دینؐ اپنے چند رفیقوں پر سہارا لگائے ہوئے مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ جاں نثاروں کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔ آقائے دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹھ گئے، کمزوری کے آثار بشرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ فرمایا:۔

"بندے کے نام اس کے پروردگار کا بلاوا آ پہنچا ہے، بندہ اپنے مولا سے ملنے والا ہے وہ بندہ چاہتا ہے کہ اس حال میں اپنے خدا سے ملے کہ اس پر کسی انسان کا کوئی حق نہ ہو، لوگو! اگر تم میں سے کسی کا مجھ پر حق ہو تو وہ وصول کر لے"۔

مجمع میں حضرت سواد کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے ہاتھ سے میدانِ بدر میں میرے جسم میں ایک تیر چبھ گیا تھا۔ میں اس کا بدلہ چاہتا ہوں۔

جاں نثاروں کا سارا مجمع بلبلا اٹھا۔

سرورِ دینؐ نے اپنے آپ کو بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ سواد بولے، میرے آقا! اس وقت میری پیٹھ ننگی تھی ـــ سرورِ دین نے اپنی چادر ہٹا کر پیٹھ ننگی کر دی سواد آگے بڑھے اور شانۂ اقدس پر جو مہر نبوت کا نشان تھا اسے چوم لیا۔ مجمع پر رقت طاری ہو گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ عکاشہ ابن محصن کا بھی نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو دنیا ہی میں جنتی کو دیکھنا چاہے وہ عکاشہ کو دیکھ لے"۔

عکاشہ کی خوش قسمتی کو دیکھ کر ایک صحابی مہر نبوت کو بوسہ دینے کی غرض سے آگے بڑھے۔ آپ نے فرمایا سبقک عکاشہ۔ عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔ یہ تھی مساواتِ اسلامی کی حقیقی تصویر۔

قرآن کریم نے بھی اس کی ایک مثال قائم فرمائی۔ یہ واقعہ ہے بشیر منافق کی چوری کا ——

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو بشیر کے گھر والوں نے بہت زوردار طریقہ سے اس کی صفائی کی۔ بشیر منافق نے حضرت رفاعہؓ کے گھر میں چوری کرکے ایک یہودی کے پاس وہ مال مسروقہ امانت کے طور پر رکھ دیا۔ حضرت رفاعہؓ کے آدمیوں نے سراغ لگا کر وہ مال مسروقہ یہودی کے گھر سے برآمد کر لیا۔ اس نے صاف صاف بتا دیا کہ یہ سامان بشیر نے میرے پاس امانت کے طور پر رکھوایا ہے۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران بشیر کے آدمیوں نے اس یہودی پر چوری کے الزام کو تھوپنے کی کوشش کی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جج اور قاضی کی حیثیت سے فریقین کے بیانات سماعت فرما رہے تھے۔

چونکہ ایک جج کی حیثیت سے آپ پر مقدمہ کی صرف ظاہری روداد کے مطابق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری عائد تھی۔ حقیقت حال کا تجسس کرنا اور پردۂ غیب کے اندر سے حقیقی معاملہ کو سامنے لانا، آپ پر ضروری نہ تھا اور اسی لیے قرآن کریم نے بارہا کہہ دیا تھا کہ غیب کی حقیقتوں کا حال اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے علم میں نہیں۔ نبی اور رسول عالم غیب نہیں ہوتے۔ ایک موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:-

الا انما انا بشر وانما اقضی بنحو مما اسمع ولعل احدکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیحملھا او لیذرھا۔

سنو! میں ایک انسان ہوں اور میں تمہاری باتیں سن کر ہی فیصلہ کرتا ہوں اور ہو سکتا ہے ایک فریق حجت اور دلیل میں زیادہ زور آور ہو اور میں اس کی روشنی میں فیصلہ کر دوں۔ پس اگر میں ظاہری روداد کے مطابق کوئی فیصلہ خلافِ حق کر دوں تو اس کے تحت وہ آگ کا ٹکڑا ہوگا۔ پس وہ شخص اس آگ کے ٹکڑے کو یا خود چھوڑ دے یا اسے قبول کرے۔

ابن کثیرؒ نے یہ حدیث صحیحین کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس تمہید کے ساتھ لکھی ہے کہ علماء اصول کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی مقدمات کا فیصلہ اپنے اجتہاد سے فرمایا کرتے تھے۔

مسند امام احمد میں اسی روایت کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جملہ سن کر اس مقدمہ کے دونوں فریق مدعی اور مدعا علیہ رونے لگے۔

فبکی الرجلان وقال کل منھما حقی لاخی حقی لاخی۔

"وہ دونوں انصاری رونے لگے اور ہر شخص کہنے لگا۔ حضورؐ! میں اپنا حق اپنے اس بھائی کو دیتا ہوں۔ دوسرا بولا۔ میں اپنا حق اپنے اس بھائی کے حق میں چھوڑتا ہوں"۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ! اب تم اس زمین کا جھگڑا آپس میں خود طے کر لو اور اراضی کو قرعہ کے ذریعہ تقسیم کر لو۔

اس طرح ہر شخص کے لیے اس کا استعمال جائز ہو جائے گا۔

مدعی اور مدعا علیہ جو تھوڑی دیر پہلے ایک دوسرے کے مدِ مقابل بنے کھڑے تھے۔ حضورؐ کے چند جملے سن کر بھائی بھائی بن گئے۔ ہر بھائی اپنا حق دوسرے کے لیے چھوڑنے پر راضی ہوگیا، یہ کس بات کا

اثر پڑا؟

اثر پڑا "سرورِ دین صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور بندگی کے اظہار کا، ایک جلیل القدر نبی، علم و فضل، حکمت و دانش کا روشن مینار اور اپنے خدا کے سامنے کس طرح ایک عاجز بندہ کی طرح پیش کر رہا ہے، نہ عیب دانی کا دعوےٰ ہے نہ ڈکٹیٹر اور حاکم مطلق ہونے کا گھمنڈ ہے، اپنی حقیقت کا اعتراف ہے اور اس کا برملا اظہار ہے کہ میں ایک بندہ ہوں، بشر ہوں، جو کچھ تم میرے سامنے پیش کرتے ہو اس کے مطابق میں فیصلہ کرتا ہوں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس بحث کے آخر میں یہ بات بھی صاف کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی مقدمات و قضایا میں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ جنہیں وحی الہیٰ کی ہدایت نہیں پہنچی تھی۔ البتہ جن معاملات وحی الہیٰ آپ کو راستہ بتا دیتی تھی۔ ان میں آپ اس کی پابندی کرتے تھے اور آپ کا وہ فیصلہ ہر قسم کی خطاء اجتہادی سے محفوظ ہوتا تھا۔

ابو داؤد کی حدیث ہے:

انی انما اقضی بینکما برائی فیما لم ینزل علی فیہ۔ (ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۵۵۰)

"میں اپنی رائے سے فیصلہ ان معاملات میں کرتا ہوں جن میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی"۔

بہرحال بشیر ابن ابیرق کے آدمیوں نے پرزور وکالت کرکے بشیر کو بے گناہ ثابت کرنے اور مجرم بنانے کی کوشش کی اور یہ خیال کیا کہ حضور دشمن اسلام یہودی کا نام سن کر یقین کر لیں گے کہ یہی شخص مجرم ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے متاثر ہو گئے اور آپ کے منہ سے ایک آدھ جملہ ایسا نکل گیا جس سے یہ رجحان ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بھی بشیر کو بے قصور سمجھتے ہیں۔

بس صرف اتنے رجحان اور میلان پر وحی الہیٰ ہوئی اور خدا تعالےٰ نے پورا ایک رکوع اس واقعہ کے بارے میں نازل فرمایا جس کی ابتدائی آیت یہ ہے:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما واستغفروا اللہ ان اللہ کان غفورًا رحیمًا۔ (سورہ نساء)

اے نبی! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے۔ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ ہو اور اللہ سے درگزر کی درخواست کرو وہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے:-

"قریب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ کی ظاہری روداد سے متاثر ہو کر اس یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرما دیتے اور مستغیث کو بھی بنی ابیرق (بشیر) پر الزام عائد کرنے پر تنبیہ فرماتے اتنے میں وحی آئی اور معاملہ کی ساری حقیقت کھول دی گئی"۔

حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن جریر سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپؐ نے بشیر پر چوری کا الزام لگانے والوں سے فرمایا:-

عمدت الی اھل بیت ذکر منھم اسلام وصلاح ترمیھم بالسرقۃ علی غیر ثبت ولا بینۃ۔ (سورہ نساء ج ۱ ص ۴۰۳)

تم لوگ ایک ایسے خاندان پر چوری کا الزام لگا رہے ہو جو اسلام اور نیکی میں مشہور ہے بغیر دلیل اور شاہد کے۔

صرف ان جملوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان کا اظہار ہوا اور اس پر اوپر والی وحی نازل ہوئی اور اس میں اعلان کیا گیا کہ بشیر منافق ہے اور چوری کا مرتکب ہے اور جس غیر مسلم (یہودی) پر یہ چوری کا الزام تھوپنا چاہتے ہیں وہ بالکل بے قصور ہے۔

عبدالعزیز
پڈعیدن اسٹیشن

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے؟

نذیر احمد ایک محنتی دیانتدار لڑکا تھا چھوٹی سی عُمر میں والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا وہ تنہا بے یارو مددگار رہ گیا تھا۔ پیٹ بھرنے اور تن ڈھانپنے کے لئے اس نے ایک دکان میں ملازمت اختیار کی۔ جس سے اس کی گذر اوقات ہو جاتی۔ ننھے ننھے ہاتھوں میں قلم کاغذ کے بجائے ترازو کے پلڑے ہوتے تھے وہ جلدی جلدی دالوں اور چاولوں وغیرہ کے پیکیٹ بناتا جاتا اور زیادہ سے زیادہ گاہکوں کو نمٹانے کی فکر میں ہوتا۔ جیسے ہی دن کے بارہ بجے اسکول سے چھٹی ہوتی تو چھوٹے چھوٹے بچے گلے میں بستے لٹکائے صاف سُتھرے یونی فارم میں سامنے سے جاتے تو وہ بے بسی سے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو بیدردی سے آستین سے پُونچھ ڈالتا۔ رات ہونے لگتی تو مالکان دن بھر کی آمدنی کے حساب وکتاب میں مشغول ہو جاتے اور وہ دکان کی جھاڑ پونچھ اور صفائی میں لگ جاتا۔ آٹھ نو بجے اس کی چھٹی ہوتی تو وہ مولانا صاحب کے پاس قاعدہ اور قرآن شریف پڑھنے جاتا عربی کا ابتدائی قاعدہ اس نے اپنی امی سے سیکھا اور انھوں نے نذیر احمد کو چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائی تھیں اور کہتیں دیکھو بیٹے نذیر احمد مدد کے لئے صرف اللہ کے در کا سہارا مانگنا اس سے مانگو گے وہی تم کو سب کچھ دے گا۔ دوسروں کے سہارے کے محتاج رہو گے تو دنیا کی ٹھوکریں کھاؤ گے۔ اگر فرض کرو میں بھی زندہ نہ رہوں تو تمہارا حال کوئی بھی نہ پوچھے گا اس لئے خدا کی ذات کے سوا کسی اور کے سامنے ہاتھ مت پھیلانا اور یہ باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ گئیں۔ اور وہ اپنی مرحوم ماں کی باتوں کو کیسے بھول سکتا تھا رات وہ سب کام ختم کر کے اردو کا قاعدہ ہجے کر کے پڑھنے کی کوشش کرتا اور مشکل الفاظوں پر نشان لگا کر رکھ لیتا تا کہ ان کے معنی سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ دو اور دو چار کرتے وہ کافی حد تک حساب میں ماہر ہو چکا تھا۔ اب وہ نذیر احمد پانچوں نمازیں پڑھنے کی کوشش کرتا اور اللہ تعالٰے سے رو رو کر اچھی اچھی دعائیں مانگتا۔ کچھ دنوں سے نذیر احمد محسوس کر رہا تھا کہ ایک خوش پوش عورت روزانہ سودا وغیرہ خریدنے آتیں اور مسکرا مسکرا کر اس کی طرف دیکھتیں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتی رہتیں اس کو معلوم ہوا کہ ایک یتیم اور بے سہارا بچہ ہے وہ نذیر احمد پردیسی کی معصومیت اور صلاحیت سے بہت متاثر ہوئی۔

ایک دفعہ انہوں نے نذیر احمد پردیسی کو بلایا کہا بیٹے کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے نذیر احمد پردیسی نے جواب دیا میں رزق حلال کما سکتا ہوں میں کسی کا نوکر نہیں بن سکتا۔ خاتون نے مسکرا کر دیکھا اور اس کے جذبے کی داد دی اور کہا نذیر احمد میں آپ کو اپنی اولاد کی طرح رکھوں گی۔ اپنے بچوں کی طرح پالوں گی۔ خاتون کی کوئی اولاد نہیں تھی انہوں نے نرمی سے نذیر احمد کا ہاتھ تھاما اور ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو چلو گے بیٹے میرا دل تو نہیں توڑو گے۔ شفقت کا انداز دیکھ کر وہ بے اختیار ان کی عالی شان کوٹھی میں چلا آیا۔ انہوں نے نذیر احمد پردیسی کو اچھے سے اسکول میں داخل کروایا۔ ہر طرح سے آرام و آسائش کا خیال رکھا اور نذیر احمد پردیسی بھی اپنی محسنہ کا خیال رکھتا اور ان سے ویسے ہی پیار کرتا جیسے فرمانبردار بیٹے اپنی ماؤں سے۔ نذیر احمد پردیسی کو اپنے صبر کا پھل میٹھا مل چکا تھا۔ اس لئے کہ اس نے خداوند کریم کو یاد رکھا تھا اور اسی سے سہارا مانگا تھا۔

قرآن عزیز
قسم اعلیٰ -/۲۰۰، قسم اول -/۸۲
قسم دوم -/۶۲، قسم سوم -/۴۲
دفتر خدام الدین سے طلب فرمائیں

خواتین اسلامؓ

حضرت بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جنھیں قبول اسلام کی خاطر جانگداز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

بسرہ بنت صفوان بن نوفل بن اسد۔ یہ قریشی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ تھیں۔ ان کے خاندان کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یہ بھی مسلمان ہو گئیں لیکن ایک طبقہ نے ان کے اسلام کی شدید مخالفت کی اور ان کو تکلیفیں بھی پہنچائیں بقول امام شافعی کے ان کا شمار ان خوش قسمت حضرات میں ہوتا ہے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ہجرت میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ نہایت صابر و ضابط خاتون تھیں، تمام تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور سخت سے سخت مصیبت کی کبھی پروا نہ کی، اسلام کی محبت ان کی ہڈیوں میں رچ چکی تھی، اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی ان کا شب و روز کا معمول بن گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان کے نزدیک سب سے زیادہ لائق اعتنا اور شائستہ التفات تھی جب آنحضرت کا اسم گرامی زبان پر آتا تو ادب و احترام کے تمام گوشے بیدار ہو جاتے اور الفاظ عزت و توقیر کے قالب میں ڈھل جاتے۔ آنحضرت کے بارے میں ان کے جذبات نہایت نازک تھے، آپ کے خلاف کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بات بھی سننا برداشت نہ کرتی تھیں، اگر کوئی ایسی چیز پردہ سماع سے ٹکرا جاتی تو مشتعل ہو جاتیں اور شدت غضب سے بے تاب ہو جاتیں آپ کے وجود اقدس کو دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیتی تھیں اور آپ کے سوا اس عالم آب و گل کی تمام چیزوں کو ہیچ و ناتواں سمجھتی تھیں اسلام سے ان کی وابستگی و شیفتگی کی یہ نوعیت تھی کہ اس کے مقابلہ میں کسی شے کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتیں اور اس کی حفاظت و اشاعت کو زندگی کا اولین مقصد قرار دیتیں۔

اقربائے رسالتمآب کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء و اعزاء سے بدرجہ غایت الفت مودت کا اظہار فرمائیں، آنحضرت کے اہل بیت، دختران رسالت مآب اور ازواج مطہرات کی حد سے زیادہ توقیر کرتیں اور آپ کے خاندان کے معزز ارکان کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتیں اس باب میں ان کے نزاکت احساس کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے آنحضرتؐ کے اہل بیت کے ایک رکن کے بارے میں کوئی ایسی بات زبان سے نکال دی جو ان کے نزدیک اہانت کا پہلو لیے ہوئے تھی اس پر سخت خفگی کا اظہار کیا اور سنتے ہی چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

"تم کیسے مسلمان اور کس قسم کے محبت رسولؐ ہو" جو آپؐ کے اہل بیت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہو۔ یہ تم نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے جو حقیقت سے دُور ہے اور اپنے اندر معصیت لیے ہوئے ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت کے اقربا و متعلقین کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کیے اور اس شخص نے اللہ کے حضور معافی مانگی۔

غرض حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا ایک اونچے کردار کی خاتون تھیں اور اسلام کی محبت اور آنحضرت سے تعلق خاطر ان کی زندگی کا ماحاصل تھا۔

عادات و اطوار

عادات و اطوار کے بارے میں ان کی دنیا بہت سے لوگوں سے جداگانہ تھی نہ ضرورت سے زیادہ بات کرتیں نہ کسی سے جھگڑتیں اور نہ بے مقصد چیزوں میں وقت صرف کرتیں ان کا زیادہ وقت تلاوت قرآن، درس حدیث، بچوں کی پرورش و تربیت اور عبادت میں خرچ ہوتا۔ تہجد لازماً پڑھتیں اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتیں اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کرتیں عام عورتوں کو بھی تاکید کرتیں کہ اپنے اہل و عیال کو بہتر تعلیم دیں اور ان کی ہر قسم کی نگرانی کریں۔

خرچ اور لین دین کے معاملہ میں فراخ دست اور وسعت قلب کی مالک تھیں۔ مستحقین کی تلاش میں رہتیں، جو غریب اور مستحق نظر آتا فوراً اس کی امداد کو پہنچتیں کہا کرتی تھیں کہ دنیا کا یہ مال نہیں

رہ جائے گا جس طرح یہ دنیا فانی ہے اسی طرح اس کا مال و دولت بھی فنا پذیر ہے یہاں کی کسی چیز کو ثبات اور دوام حاصل نہیں اصل شے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اس کے بندوں کی خدمت کے لیے ہر آن آمادہ و تیار رہنا ہے۔

آنحضرتؐ کا وصال اور حضرت بسرہؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے مدینہ اور گرد و نواح کے تمام قبائل میں کہرام بپا ہو گیا تھا اور ہر شخص حیران و پریشان تھا حضرت بسرہؓ کی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ یہ انتہائی غم و آلام میں مبتلا اور حزن و ملال کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں تھا۔ کچھ عورتوں نے تسلی دینے کی کوشش کی تو اور غمگین ہو گئیں اور شدت تاثر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ کئی دفعہ بولنے کی کوشش کی مگر حزن و تاسف کی شدید تر انگیزیوں نے زبان کی جنبش کو روک دیا۔ کافی دیر کے بعد جب سیلاب غم آنسوؤں میں تحلیل ہو کر آنکھوں سے بہہ گیا تو کہا:

"آج اسلام کا نیر درخشاں غروب ہو گیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا پر تاریکیوں کے بادل چھا گئے ہیں اور دلوں کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ کی طرف سے تمام فضائل و مناقب سے نوازا گیا تھا اور آپ کے اندر خدائے واحد نے ہر قسم کے محاسن جمع کر دیئے تھے۔ ہمارے درمیان سے آپ کا تشریف لے جانا ہماری بدقسمتی کی علامت ہے اب تک ہم فتح و نصرت سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں اللہ ہمارا معاون و مددگار رہا ہے۔ آئندہ معلوم نہیں ہم پر کیا گذرنے والا ہے، اور ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہونے والے ہیں۔

لوگو! اللہ کی طرف رجوع کرو اور پوری نیازمندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے سامنے جھک جاؤ آج تم آنحضرت کی ذات گرامی کے سوا بے یار و مددگار ہو گئے ہو۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مستقبل کو درست رکھنے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ آنے والا وقت گذرے ہوئے وقت کی بہ نسبت انتہائی کٹھن ہے جو لوگ اللہ کے رسول کے زیادہ قریب رہے ہیں ان کی صحبت اختیار کرو اور اپنے آپ کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی کوشش کرو۔"

حلقہ تلامذہ

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے احادیث بھی روایت کیں ان سے گیارہ احادیث رسول مروی ہیں۔ پھر ان کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے سماعِ حدیث کا شرف حاصل کیا جن میں بعض بڑی معروف اور نامور شخصیتیں بھی ہیں، مردوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، عروہ بن زبیر، مروان بن حکم، حضرت سعید بن مسیب اور حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اور عورتوں سے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی محیط رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی شامل ہے۔

تلامذہ کی نصیحتیں

ان کے تلامذہ اپنی جگہ نہایت اہمیت کے حامل تھے اور آگے چل کر انہوں نے مختلف میدانوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ مروان بن حکم کو خلیفہ مقرر کیا گیا اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی تھے جو نیکی و صالحیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ تعبیر رؤیا میں ان کو خاص درک حاصل تھا اس سلسلہ میں ان کے متعدد واقعات کتابوں میں منضبط ہیں۔

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کے جن شاگردوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان کو انہوں نے وقتاً فوقتاً کئی قسم کی نصیحتوں سے سرفراز کیا۔ مثلاً مروان بن حکم سے کہا:

"مروان! یہ دنیا عارضی ہے۔ اس کا ساز و سامان تو بے شک ترقی کرے گا اور اس میں روز افزوں اضافہ ہو گا لیکن لوگ ختم ہوتے جائیں گے ہر دو گروہ اس سطح ارض پر نمودار ہو گا اپنے نقوش و اثرات چھوڑ کر فنا کی وادی میں روپوش ہو جائے گا۔ یہاں نہ حاکم رہے گا، نہ محکوم، نہ رعیت رہے گی نہ راعی۔ سب لوگ اس دنیا کی رعنائیوں اور خوبصورتیوں کو خیرباد کہہ کر سفر آخرت اختیار کر لیں گے آخرت میں صرف وہی چیزیں کارآمد ثابت ہوں گی، جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے کی جائیں گی۔ اور جن میں لوگوں کی خدمت کا جذبہ کارفرما ہو گا اللہ سے ڈرو اور اس کے بندوں کی بھلائی کا خیال رکھو۔"

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

جائزہ مخطوطات اردو (جلد اول)

از مشفق خواجہ صاحب

قیمت ۱۰۰/- روپے

صفحات: ۱۲۵۶

ناشر: مرکزی اردو بورڈ لاہور

جناب مشفق خواجہ صاحب ہمارے ملک کے باہمت ریسرچ سکالر اور منجھے ہوئے صاحب قلم ہیں۔ اس سے قبل وہ علمی ادبی دنیا میں کئی معرکے سر کر چکے ہیں اب انہوں نے پاکستان کے سرکاری و غیر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں بکھرے ہوئے ۲۰۰ مخطوطوں پر مشتمل یہ کتاب مرتب کی ہے۔

مسلمان اہل قلم اور مصنفین کی علم دوستی اور علم پروری ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے، مسلمانوں نے مختلف موضوعات پر جتنا لٹریچر فراہم کیا اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ آج پریس کے دور میں جو کچھ قدیم ذخیرے چھپ کر ہمارے سامنے آئے وہ اصل سرمایہ کا بہت ہی کم حصہ ہے۔ مسلمانوں کی تخلیقی کوششوں کا ثمرہ ہزارہا ہزار مخطوطات کی شکل میں دنیا بھر کی لائبریریوں میں بکھرا پڑا ہے اور مختلف حوادث کے پیش نظر جو ضائع ہو گیا ہے اس کا کوئی حساب ہی نہیں۔

پاکستان میں علم و فن کی دنیا میں تخلیقی کوششوں کے قدردان بہت کم ہیں اس کے باوجود یہاں ایسے سرمایہ کی کمی نہیں اور خواجہ صاحب نے بڑی محنت کے بعد ان مخطوطات کا جائزہ سپرد قلم کیا ہے۔ ان مخطوطات میں مذہبیات، تاریخیات، ادبیات اور معقولات الغرض ہر فن کی کتابیں ہیں۔ موصوف نے ایک ایک مخطوطہ کے تمام نسخوں سے متعلق جو کہیں بھی انہیں فراہم ہو سکے ہیں سامنے رکھ کر تقابلی جائزہ لیا ہے اور جو جو فرق یا کمی بیشی ہے اسے الم نشرح کیا ہے۔ ساتھ ہی اگر کوئی مخطوطہ کہیں چھپ چکا ہے تو اس سے بھی تقابل کیا ہے۔ پھر مصنف کے حالات اور ماخذ پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ الغرض یہ ایک قابل قدر کارنامہ ہے جس پر ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالٰے انہیں اس قسم کے کام کرنے کی مزید ہمت و توفیق دے۔ مرکزی اردو بورڈ نے اس ضخیم کتاب کو چھاپ کر بڑا احسان کیا ہے وہ بھی ملت کے شکریہ کا مستحق ہے۔

فضائل صحابہؓ

ہمارے فاضل دوست مولانا مہر محمد صاحب کی کتاب "عدالت صحابہ کرام" پر تفصیلی تبصرہ انہی صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے اس کتاب میں موصوف نے صحابہ کرام سے متعلق امت کے متفقہ عقیدہ یعنی عدالت صحابہ پر جو ٹھوس اور سنجیدہ بحث کی تھی۔ اس پر ان کی کوششوں کو بہت سراہا گیا تھا۔ زیر تبصرہ رسالہ اسی کتاب کا جزو اول ہے، جسے موصوف نے عام لوگوں کی سہولت کے لئے الگ سے چھپوا دیا ہے صحابہ کے فضائل پر قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں بڑی نفیس بحث اس رسالہ میں موجود ہے اور ملک کے صف اول کے علماء نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس دور میں اس قسم کا کام

کرنا واقعی بڑا کارنامہ ہے۔ اور ہم اس رسالہ کی بکثرت اشاعت کے متمنی ہیں۔

-/۱۲ روپے میں یہ رسالہ مکتبہ عثمانیہ نور باوا گلی ۱۰ سے دستیاب ہے۔

قواعد ھجاء القرآن

مع طریقہ تعلیم الصبیان

حضرت الشیخ القاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طویل تدریسی زندگی کے دوران شدت سے یہ بات محسوس کی کہ بعض بچوں کو قرآن حکیم کی تعلیم کے دوران جو دقت محسوس ہوتی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرات معلین ابتدائی طور پر قاعدہ پڑھانے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر قاعدہ محنت سے پڑھا دیا جائے اور الفاظ کے جوڑ سے خوب خوب شناسائی ہو جائے تو بچہ آئندہ چل کر بڑی آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہے۔ اس سوچ کے پیشِ نظر مرحوم نے اپنی وفات سے بہت عرصہ قبل اس ذہن سے یہ رسالہ مرتب کرنا شروع کیا لیکن "کل امر مرھون باوقاتھا" کے پیشِ نظر ہر چیز کا اپنا وقت ہوتا ہے راستہ میں کئی موڑ آئے کہ کام رُک گیا تاہم ۱۹۷۶ء میں آکر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کام انجام پذیر ہوگیا ۱۸ × ۲۲/۸ سائز کے ۲۴۸ صفحات پر مشتمل اس رسالہ کو موصوف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ ۷۹ عنوانات پر مشتمل ہے اور اس کا تعلق علم الہجاء سے ہے جب کہ دوسرا حصہ طریقِ تعلیم سے متعلق ہے۔ اس حصہ میں ناظرہ، حفظ، منزل، ناپختہ ہو تو کیا کیا جائے، شعبہ تجوید میں تدریس کا دستور العمل کیا ہو؟ ان سب مسائل پر تفصیلی گفتگو ہے ایک شخص جس کی ساری زندگی کتاب اللہ کی خدمت میں گذری ہو اس نے اپنے تدریسی تجربات کا نچوڑ اس کتاب میں پیش کر دیا ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ قرآن عزیز سے استفادہ کرنے والوں کے لئے اس رسالہ کو انہوں نے خونِ جگر سے سپردِ قلم کیا ہے——

ہماری خواہش یہ ہے کہ اس کتاب مقدس کے خدام اس رسالہ کو حرزِ جاں بنائیں اور مٹھوس بنیادوں پر خدمتِ قرآن کا فریضہ سرانجام دیں۔

کتاب پر قیمت درج نہیں

مکتبہ القراۃ ماڈل ٹاؤن بی بلاک لاہور سے دستیاب ہے۔

تزکیہ نفس

تصنیف: مولانا امین احسن اصلاحی
قیمت ۲۴ روپے
ملنے کا پتہ: ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

مولانا امین احسن اصلاحی کی یہ کتاب موصوف کے اس عنوان پر ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ایک تربیت گاہ میں دئے تھے لیکن لیکچر دیتے وقت موصوف کے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ یہ لیکچر اس انداز سے دئے جائیں کہ بعد میں وہ ایک مکمل تصنیف کا مواد بن سکیں سو ایسا ہی ہُوا، اور اس طرح ایک مکمل تصنیف سامنے آگئی۔

تزکیہ نفس نبوت کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جس کو خدائے بزرگ و برتر نے قرآن عزیز میں کئی جگہ بیان کیا ہے۔ حضور سرور کائنات علیہ السلام کا معاملہ ایسا تھا کہ آپ کی نگاہِ لطف و کرم زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیتی تھی آپ کا اندازِ تربیت وہبی تھا۔ اس لئے جو ایک مرتبہ عقیدت و احترام کے جذبات سے صحبت نبوی میں آیا کامیاب ہو گیا—— آپ کے بعد آپ کے خدام نے دوسرے شعبہ ہائے حیات کی طرح اس شعبہ میں بھی محنت جاری رکھی۔ اور اب تک اللہ کے ایسے بندے اس دھرتی پر موجود ہیں جو اس حدیث نبوی کا مصداق ہیں کہ "انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے"، اس حقیقت واقعہ کے باوجود یہ بات

(باقی ۱۵ پر)

فاروق اعظمؓ

حافظ نور محمد انور

سلام اے حضرتِ فاروقِ اعظمؓ مردِ لاثانی
سلام اے عاشقِ ختم الرسلؐ محبوبِ سبحانی

سلام اے حامیٔ دیں ناشرِ احکامِ قرآنی
سلام اے ناصرِ اسلام از افضالِ ربّانی

اسی دن ہر طرف اللہ اکبر کی صدا گونجی
ملا جس دن رسولِ حقؐ سے تجھ کو نورِ ایمانی

تیری جبروت نے دنیا سے باطل کو مٹا ڈالا
ہوا جاری تیرے فرمان سے رودِ نیل کا پانی

یتیموں اور بیواؤں کی تُو نے دستگیری کی
غلاموں بے کسوں پر ہو گیا پھیر فضلِ رحمانی

مشیرِ شیرِ دل جس کو ملا ہو قدرتِ حق سے
تو غالب پھر نہ کیوں ہو اس کی تدبیرِ جہانبانی

تجھے اللہ نے رعبِ مجسّم تھا کیا پیدا
ٹپکتا تھا لباسِ سادگی سے دابِ سلطانی

چلا جب تو سوئے بیت المقدس اپنے نوکر کو
سفر میں تُو نے سمجھا مستحقِ عزِ انسانی

لرز اُٹھا تیری ہیبت سے قلبِ قیصر و کسریٰ
ہوئے سب سرنگوں رومی و ایرانی و یونانی

تیری آواز کی سب نے کرامت دیکھ لی اسدم
سُنی جب ساریہ نے دُور سے اور جنگ کی ٹھانی

سفر میں بھی حضر میں بھی رہا تُو ساتھ حضرتؐ کے
بنا مدفن تیرا در پہلوئے محبوبؐ سبحانی

خدا خوش ہے نبیؐ خوش ہے نبیؐ کے یار بھی خوش ہیں
تعالیٰ اللہ تیرے کوکبِ قسمت کی تابانی

ٹھکانا خلد میں ہو یہ اگر منظور ہے انورؔ
بنا وردِ زباں فاروقِ اعظمؓ کی ثناخوانی

سلام اے آلِ مصطفویؐ سے رشتہ جوڑنے والے
رسولِ حقؐ کے اعداء سے تعلق توڑنے والے

○

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵
ہفت روزہ خدام الدین
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۴۲
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱۹ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۷۳ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
قرآن پاک
پڑھئے ــــ عمل کیجئے
ــــ اور دارین میں کامیابی حاصل کیجئے
بہترین طباعت سے آراستہ ٭ عمدہ کاغذ ٭ شاندار جلد
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا
مترجم ومحشیٰ
قرآن عزیز
خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے
قسم اعلیٰ ۲۰۰/- روپے قسم اول ۸۲/۰ روپے قسم دوم ۵/۰۰، روپے قسم سوم ۵۰/۰۰ روپے
ناشر
انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور